NPA DOC NO 0034
DATED : 17/11/2019

عقیدہ کی بنیاد پر فیصلے ہو رہے ہیں
ظلم کو رام، رام کرو!!!

ناظم الدین فاروقی
(اسکالر، کالمنویس، اوپینین لیڈر، اور سماجی جہد کار)

ہندوستان کی تاریخ میں عدالت عظمی کے کئی اہم فیصلوں میں سب سے اہم فیصلہ 9، نومبر 2019 کو بابری مسجد کے مقدمہ میں سپریم کورٹ کی 5 رکنی بنچ نے صادر کیا ہے۔ 1528 میں تعمیر کردہ تاریخی خوبصورت مسجد پر مغلیہ دور کے خاتمہ کے بعد انگریزوں کے عہد سے ہی اس علاقے کے کٹّر ہندوؤں، مہنتوں، اور پجاریوں کی نگاہیں تھیں۔ 1880 سے ہی بابری مسجد کے باہر کبھی کبھی پوجا کی جانے لگی۔ مسلمان اپنی مذہبی رواداری اور بین مذہبی تعلقات کو اوّلین اہمیت دیتے ہوئے اسپر نہ بہت زیادہ اعتراض کیا اور نہ رام للّا کی پوجا کے خلاف کوئی اقدام کیا۔ مسلمان پر امن طریقے سے بابری مسجد میں 22 ڈسمبر 1949 کی رات تک نمازیں پابندی سے ادا کرتے رہے۔ 22 اور 23 ڈسمبر 1949 کی درمیانی شب کو مورتی مسجد کے اندر رکھدی گئی۔ فجر میں جب موذن مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ مورتی رکھی ہوئی ہے اور کسی نے پوجا بھی کی ہے۔ جب تھانے میں شکایت درج کروائی گئی تو کہا گیا کہ رکے رہیں ہم حکومت کے علم میں لاکر اسکے مطابق اقدام کریں گے۔ مقدمہ عدالت میں گیا عدالت نے مسلمانوں کو کسی بھی قسم کی راحت دینے سے انکار کر دیا۔ اتنا کیا کہ مسجد کو مقفل کرکے اپنی تحویل میں لے لیا۔ 1986 میں راجیو گاندھی کے دور میں شاہ بانو کیس کی بڑی چرچا ملک میں تھی اور مسلمانوں کے پرزور مطالبات کو راجیو گاندھی نے تسلیم کر لیا تھا۔ اسی دوران بڑی چالاکی سے کانگریس نے ہندوؤں کو خوش کرنے کیلیے بابری مسجد کا تالا پوجا کرنے کیلیے عدالت کے ذریعہ کھلوادیا اور زور و شور سے پوجا شروع ہو گئی۔

اس وقت سنگھ پریوار سیاسی طور پر بڑی کمزور تھی(1989-1984) 8ویں لوک سبھا میں بی جے پی کی صرف 2 سیٹیں تھیں۔ 23 اکتوبر 1989 کو رام رتھ یاترا، یل۔کے۔ اڈوانی، کی قیادت میں نکالی گئی جیسے ہی سمّستی پور پہنچی اس وقت کے بہار کے چیف منسٹر لالو پرساد یادو نے رتھ یاترا کے تمام قائدین کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ اسوقت مرکز میں بی جے پی کی تائید سے وشوناتھ پرتاپ سنگھ کی جنتا دل کی حکومت قائم تھی۔ بی جے پی نے یل۔کے۔ اڈوانی کی گرفتاری پر اپنے شدید غصّے اور احتجاج کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی تائید واپس لے لی اور حکومت گرادی وشوناتھ پرتاپ سنگھ بمشکل 11 ماہ 8 دن حکومت کرسکے (2ڈسمبر 1989 تا 10 نومبر 1990) ۔ 1991 کے 10ویں لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی نے 100 سیٹوں کا نشانہ پار کرلیا تھا وشوا رہندو پریشد نے اکتوبر 1992 میں دوبارہ یل کے اڈوانی کی قیادت میں 'رام مندر رتھ یاترا' لاکھوں کارسیوکوں کو لیکر آغاز کیا۔ اس وقت ہندوستان کے 10 ویں کانگریس کے وزیر آعظم نرسمہاء راؤ تھے۔ تمام خفیہ اطلاعات کے باوجود کارسیوکوں کو کانگریس کی مرکزی حکومت اور بی جے پی کی کلیان سنگھ کی ریاستی حکومت نے روکنے کیلیےء کوئی صحیح نیت کے ساتھ اقدام نہیں کیا بلکہ اشرار اور بلوائیوں کو آگے بڑھنے کی پوری کھلی اجازت خاموشی سے دے دی۔ 5ڈسمبر 1992 کو ملک کی تمام سرکردہ مسلم قائدین نے نرسمہاء راؤ سے ملاقات کرکے بابری مسجد کے انہدام کے معتبر حکومتی ذرائع سے وصول اطلاعات سے واقف کرواتے ہوئے اپنی شدید تشویش کا اظہار کیا تھا۔ وزیر اعظم نے اطمیعنان دلایا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ ونے سیتا پتی نے اپنی کتاب 'Half Lion' میں اانکشاف کیا کہ کارسیوکوں کو اگر چاہتی تو حکومت روک سکتی تھی لیکن کلیان سنگھ حکومت نے مجرمانہ خاموشی اختیار کرکے کارسیوکوں کو پوری چھوٹ دی اور دنیا نے دیکھا کہ دن کی روشنی میں کسطرح سے ایک تاریخی 4 سو سالہ قدیم تاریخی مسجد کو شہید کردیا گیا۔ اسکے خلاف غم وغصےّ کی لہر سارے ملک میں اٹھی اور جہاں بھی مسلمانوں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی وہاں پر حکومت، لاٹھی چارج، آنسو گیس، فائرنگ اور بڑے پیمانے پر گرفتاریوں کے ذریعہ مسلمانوں کے احتجاج کو کچل دیا۔ کئ شہروں اور گاؤں میں بھیانک فسادات پھوٹ پڑے۔ جنوری 1993 میں ممبئ میں سب سے بھیانک فساد ہوا جس میں تقریبا 800 افراد قتل کردیئے گئے، ہزاروں عورتوں کے ریپ ہوئے اور گھربار کو جلا کر خاکستر کردیا گیا۔ اسکے بعد

سارے ملک میں معصوم مسلم نوجوانوں کی گرفتاریون کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا الغوء الزامات کے تحت کئی سال تک جیل میں صعوبتوں برداشت کرنی پڑیں۔ بعض کو 15-10 سال کے بعد بے گناہ ثابت ہونے کے بعد باعزّت بری کیا گیا۔ بابری مسجد کی شہادت پر جن جن لوگوں نے احتجاج کیا یا اسکے خلاف سرگرمی دکھائی تھی تو انہیں نا قابل ذکر پولیس مظالم کا شکار ہونا پڑا تھا اسکے بعد 2002 میں گجرات میں مسلمانوں کی نسل کشی ہوئی جس میں 6 ہزار معصوم مسلمان ہلاک ہوئے اس سے امّت میں بڑے پیمانے پر خوف وہراس پیدا ہو گیا۔ جس کے اثرات آج تک ہم ہمارے ملّی قائدین اور جماعتوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ہندوستان کی 5 تواریخ کبھی مستقبل میں نسلیں ہرگز بھلا نہیں سکیں گی:

- 22 ڈسمبر 1949 کی رات مسجد کا قفل توڑ کر ممبر پر مورتیاں رکھدی گئیں۔
- 1986 کو ضلعی عدالت نے تالا کھول کر مسجد میں رام کی پوجا کی اجازت دے دی
- 6 ڈسمبر 1992 کو لاکھوں کارسیوکوں نے مسجد پر چڑھائی کر کے مسجد کو شہید کر ڈالا
- 9 نومبر 2019 کو سپریم کورٹ نے مسجد کے حق ملکیت کو مسلمانوں سے چھین کر زبردستی رام مندر کے حوالے کر دیا، عدالتی نظام کی دھجّیاں اڑاتے ہوئے عدل وانصاف کا بڑے ہی ڈھٹائی کے ساتھ خاتمہ کر دیا گیا۔
- جسدن مسلم قائدین نے صیانتی کونسل کے مشیر سے ملاقات کی۔

کیا یہ ممکن تھا کہ بی جے پی کی دوسری میعاد کی حکومت بڑے آب وتاب پر ہو اور ملک کی کوئی عدالت انکے ایجنڈے اور پالیسی وٹارگٹ کے منافی فیصلہ صادر کرے۔ بحر حال اتنے عظیم ملک میں عدالتوں کے بھی کچھ اصول وروایات اور کاغذی کاروائیاں ہوتی ہیں اسے تکمیل کا ڈرامہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو انکے اپنے مذہبی موروثی تاریخی مسجد کی جگہ چند مہمل باتوں کو بنیاد بنا کر محروم کر دیا گیا ہے۔

سپریم کورٹ کے بابری مسجد کے حالیہ فیصلے مایوس کن: ہندوتوا تحریک رام جنم بھومی کے حق میں سپریم کورٹ کے فیصلہ صادر کرتے ہی ملک اور بیرون ملک میں فتح کے جشن منائے جارہے ہیں۔ وزیراعظم نریندر مودی نے کہا کہ اس فیصلے سے ملک میں سنہرے باب کا آغاز ہو گیا ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے میں کئی تضادات ہیں۔ فیصلے میں تین اہم باتیں کہی گئ ہیں۔

1) بابری مسجد کی تعمیر کے نیچے آثار قدیمہ کے مطابق عمارت کا ملبہ ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہو سکا کے یہ مندر توڑ کر اسپر مسجد تعمیر کی گئ۔

2) 22 ڈسمبر 1949 کی رات میں غیر قانونی طور پر گھس کر مسجد میں مورتی رکھنا غیر قانونی تھا۔

3) 6 ڈسمبر 1992 کو (کارسیوکوں) کا مسجد کو ڈھانا بھی غیر قانونی تھا۔ اور جو اسکے مجرمین ہیں انکے خلاف قانونی اقدام ہونا چاہیےء۔

جب 5 رکنی بنچ نے مورتی رکھنے سے لیکر مسجد کی شہادت کو ایک غیر قانونی حرکت قرادیدیا ہے۔ تو پھر اس بنچ نے ان مجرموں کے جرائم کے عوض مسجد کی اراضی ہندو عقائد کی بنا پر تمام حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے حوالے کرتے ہوئے مسجد کا حق ملکیت مسلمانوں سے زبردستی چھین کر جو رام مندر کے غیر قانونی قبضے میں تھی حق مالکانہ دیتے ہوئے مسلمانوں کو ہمیشہ کیلیے بے دخل کر دیا ہے۔ جب مذکورہ تین عوامل غیر قانونی ہے تو پھر مندر کے حق میں زمین کی ملکیت منتقل کر دینا۔

مجرمین کو انکے گھناؤنے جرائم کے عوض زمین کا ٹائٹل بطور ایوارڈ دینا فاش دستوری و قانونی غلطی ہے۔ اسکے بہت دور رس اثرات مرتب ہونے والے ہیں۔ اور کئی سو مساجد پر اس فیصلے کی نظیر لیکر قبضے کے لیےء قانونی اقدامات کیئے جاسکتے ہیں اس بات کو بی جے پی اور RSS کے قائدین نے فیصلے کے بعد دہرایا ہے۔

فیصلے کیا تائید میں تمام سیکیولر جماعتوں کا موقوف ایک: بڑے ہی افسوس کے ساتھ ملک کے سیاسی افق پر چھائی رہنے والی سب سے بڑی سیاسی جماعت کانگریس جس نے 1949، 1986، اور 1992، میں رام مندر کے ایجنڈے کو روبہ عمل لانے میں خفیہ سازش RSS سے ملکر کی تھی اب کھل کر دنیا کے سامنے آگئے۔ 15٪ مسلمانون کے حقوق کی

تائید کو اپنے لیےء درد سر سمجھنے والی نام نہاد کانگریس اور دوسری علاقائی چھوٹی سیاسی جماعتوں نے بھی آگے بڑھ کر ایودھیامیں رام مندر کے بے نظیر فیصلے کی کھل کر تائید کی۔ اقلیتوں کے حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والی سیکیولر جماعت کا نفاق دنیا کے سامنے فاش ہو گیا، ہندوستان کی سیاست میں دستوری شہری حقوق کا ساتھ نہیں دیا بلکہ صرف اکثریت او راقلیت (ہندو مسلم) کی بنیاد پر تائید و مخالفت کی جانے لگی۔ کانگریس یا دوسرے سیکیولر جماعتوں میں اب اتنی اخلاقی جراءت اور حوصلہ باقی نہیں رہا کہ وہ ناانصافی کو ناانصافی کہ سکیں اور مسلمانوں کی کسی بھی درجے میں تائید کر سکے۔ یہ مسلمانوں سے بھاگ رہے ہیں اور خاموشی سے دبے پاؤں ہندوتواء کی ظالم و جابر صفوں میں کھڑے ہو چکے ہیں۔

<u>سیکیولر حق گو دانشوروں نے ہندوستانی سماج کا نام روشن کر دیا:</u>

ایک جانب بڑے پیمانے پر بڑی تعداد میں نام نہاد ملّی قیادت اور دینی جماعتوں نے امن کی ڈفلی تھام لی اور اس مسئلہ پر بات کرنے کے بجائے امن امان شانتی سدھ بھاونا جیسے رٹے رٹائے جملوں کے ذریعہ مسلمانوں کو لوری دیتے رہے۔

دوسری جانب ملک کے 80٪ انگریزی اخبارات اور غیر مسلم ججس، صحافی، سماجی جہد کاروں، اعلی درجہ کے سابق حکومتی عہدداروں نے کھل کر اس فیصلے کے خلاف آواز اٹھائی جسٹس اے کے گنگولی نے تو یہاں تک کہ دیا کہ یہ فیصلہ ہندوستان کے حق میں بہت نقصان دہ ہے۔ کوئی بھی سیکیولر ملک کا سپریم کورٹ اسطرح سے ناانصافی پر مبنی فیصلے صادر نہیں کر سکتا انہوں نے اس فیصلے کے بہت سے نقائص گنوائے۔

دکن کرانکل نے تو 9 نومبر 2019 کو اسپیشل اشیو کے طور پر شائع کیا جس میں 6 ڈسمبر کو مسجد کی شہادت کے تصاویر کے ساتھ اور بڑے ہی قیمتی مضامین شائع کئے اسکے علاوہ کرانیکل کا 10 نومبر 2019 کا اور ہندو کا 11 نومبر 2019 کا مایہ ناز اداریہ EDITORIAL ہر قاری کو پڑھنا چاہیےء۔ سیو کمار مرلی دھرن ، جندال گلوبل یونیورسٹی کے جرنلزم کے پروفیسر ہیں انکا مضمون بعنوان A reward for egregious violation روزنامہ ہندو 11 نومبر 2019 کے شمارے میں شائع ہوا مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

دی ہندو 12 نومبر 2019 میں C. Ramchandra Reddy ، فیضان مصطفی، اور یامین محمد کے مضامین اور ماہر قانون داں Upendra Baxi جن میں جسٹس کے چندرو سابق جج مدارس ہائی کورٹ، ہندوستان ٹائمز، نیشنل ہیر الڈ نے فیصلہ پر زبردست تنقیدیں کی اور مایوسی کا اظہار کیا۔ اسکے علاوہ سوشیل میڈیا پر غیر مسلم دانشوروں کے لاکھوں مسلمانوں تائید میں بیانات آرہے ہیں۔ پارو آنند پروفیسر جواہر لعل یونیورسٹی نے کہا کہ یہ تاریخ کا سیاہ باب ہے آزاد ہندوستان کا تاریخ میں کہیں اتنے بڑے پیمانے پر اقلیتوں کے ساتھ ناانصافی نہیں کی گئی۔ دوسرے اور دانشوروں کا خیال ہیکہ ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حقوق کو قانونی طور پر چھینا جارہاہے۔ یہ ایک خطرناک رحجان ہے۔ اگر اسکے خلاف مسلمان آواز اٹھائیں گے تو مسلمانوں کیلیے اور سخت پریشانیوں کے دن اس ملک میں آسکتے ہیں۔

ملک میں تمام سیاسی مذہبی جماعتوں میں خوف وہراس کا ماحول طاری ہے، لیکن اب بھی ایسے مضبوط حلقے ہیں جو بابری مسجد کی شہادت اور اسکی زمین کے مالکانہ حقوق مندر کو حوالے کرنے کے سخت مخالف ہیں۔

ختم شد

بشکریہ روزنامہ اعتماد اردو حیدرآباد، تاریخ اشاعت 17 نوبر 2019؛ مصنف کے مضامین ہر ہفتہ ملک کے بیس سے زیادہ اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔

NPA DOC NO 0034

DATED: 17/11/2019

TOTAL NO OF WORDS:2030